بسم اللہ کی برکت

مائل خیر آبادیؒ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

اسلامی تہذیب و آداب

بارہ تیرہ برس ہوئے، میں رامپور سے اپنے وطن خیرآباد گیا تھا۔
وہاں اپنے ایک عزیز سے ملا۔ ان کے بچّوں سے ملا۔ ان بچّوں میں ایک بچّی تھی۔ اس نے جیسے ہی مجھے دیکھا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا۔ اس کے باپ نے اُسے گھور کر دیکھا تو اس نے جھٹ سے سلام علیکم کہا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بچّی اسکول میں پڑھنے جاتی ہے۔

یہ تو بارہ برس پہلے کی بات ہے۔ مگر اب جو دیکھتا ہوں تو ہندی کی تعلیم کے اثر سے ہاتھ جوڑ کر نمستے کرنا مسلمان بچّوں اور بچّیوں میں عام ہوتا جا رہا ہے۔ بچّوں کی زبان کچھ سے کچھ ہوتی جا رہی ہے۔ وہ اسلامی تہذیب اور آداب سے کورے ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنے بزرگوں کو بھولتے جاتے ہیں۔ اور ان کی جگہ ایسے پُرکھوں کو یاد کرتے ہیں جن کے واقعات میں شرک کی کہانیاں بھری پڑی ہیں۔

یہ دیکھ کر میں نے پہلے ایک سلسلہ "ہمارے بزرگ" کے عنوان سے

شروع کیا۔ وہ پورا ہوا تو اسلامی تہذیب وآداب پر توجہ دی۔ الحمد للہ کہ اسلامی تہذیب وآداب کے سلسلے کی پہلی کڑی اس کتاب کی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ وہ چھوٹے چھوٹے بول جو ہماری زبان سے ادا ہونے چاہئیں لے کر کہانیوں کی صورت میں بچّوں سے ادا کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اِس طرح یہ کتاب مُفید ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی ہو گئی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ بچّوں کے والدین اس سلسلے کو بچّوں کے ہاتھ میں دے کر تھوڑی سی رہنمائی کریں۔ جس طرح اس کتاب میں کہانیوں کے ذریعہ تربیت کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اگر والدین ذرا سی توجّہ دیں تو بہت کامیابی ہو سکتی ہے۔ بہر حال بندۂ ناچیز سے جو ہو سکا پیش کر دیا۔ اسلامی تہذیب و آداب کا دوسرا حصّہ بھی انشاء اللہ جلد ہی پیش کیا جائے گا۔ کوشش جاری ہے۔ دُعا کی ضرورت ہے۔

مائل خیرآبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بسم اللہ کی برکت

"مجھے یاد نہیں ہوتا۔" سعیدہ نے جھنجھلا کر بستہ الگ رکھ دیا۔ صفّو با
نے لاکھ سمجھایا کہ جھٹ سے سبق یاد کرلے۔ پھر امّی جان آکر کہانی سُنائیں گی۔"
سعیدہ کا جیسے دل ہی نہ لگتا تھا۔ اس نے کتاب بستے میں رکھی تو نکالی ہی نہیں
امّی جان آج آئیں تو پوچھنے لگیں کہ تم لوگوں نے اپنا سبق یاد کرلیا
صفّو باجی نے سعیدہ کی شکایت کی تو امّی جان بولیں۔ اُسے سبق یاد کر
بسم اللہ پڑھ کر اس نے کبھی یاد نہیں کیا پھر سمجھانے لگیں۔

"بچّو! بسم اللہ میں بڑی برکت ہے۔ اللہ کا نام لے کر جب ک
کام کرتے ہیں تو اس کام میں جی لگتا ہے اور پھر وہ کام پورا بھی ہو جا
ہے۔ بسم اللہ کے بارے میں بہت سی کہانیاں مشہور ہیں اور سب سچّی ہیں

"کہانیاں؟" —— سعیدہ چونکی۔ ہم سب نے امّی جان سے
"ان میں سے کوئی کہانی سعیدہ کو سُنا دیجیے۔ تب ہی اس کی سمجھ میں آئے"

"امّی جان نے کہا "اچھا سنو۔" اور وہ اس طرح کہانی سُنانے لگ

"ایک یہودی تھا۔ یہودی تو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے
دُشمن ہوتا ہے۔ اب یہ اللہ کی قدرت ہے وہ جسے چاہے اپنا بندہ بنا

تو بچو! اس یہودی کی ایک لڑکی تھی۔ اس نے ایک بار کسی مولوی صاحب کا وعظ سُنا۔ مولوی صاحب بسم اللہ کی برکت کے بارے میں وعظ کر رہے تھے۔ لڑکی وعظ سُنتی رہی اور پھر مسلمان ہو گئی۔ بسم اللہ اس نے یاد کر لی۔

گھر آ کر وہ کام کرنے چلی تو اس نے بسم اللہ پڑھی۔ کھانا پکانے چلی تو بسم اللہ پڑھی۔ سبق یاد کرنے چلی تو بسم اللہ پڑھی۔ کوئی کپڑا پہنا تو بسم اللہ پڑھی۔ اس کے باپ نے بات بات میں اس کی زبان سے بسم اللہ سنی تو کھٹکا۔ اس نے پوچھا "تو بسم اللہ کیوں پڑھتی ہے کیا مسلمان ہو گئی ہے!"

لڑکی نے بتایا "ہاں میں مسلمان ہو گئی ہوں۔ یہ سُننا تھا کہ باپ نے بیٹی کو بہت ڈانٹا۔ خفا ہو کر گھر سے باہر چلا گیا اور سوچنے لگا کہ کس طرح اسے پھر اپنے دھرم میں واپس لائے۔ اس نے ایک تدبیر سوچ لی۔

باپ نے سوچ کر بیٹی کو ایک انگوٹھی دی اور کہا کہ اُسے سنبھال کر رکھنا۔ گم نہ ہو۔ لڑکی اس وقت برتن دھو رہی تھی اس نے بسم اللہ پڑھ کر انگوٹھی لے لی اور گھڑونچی کے طاق پر رکھ دی۔ سوچا کہ برتن دھو کر انگلی میں پہن لے گی۔

سُنتے ہو بچو! اب دیکھو وہ برتن دھو رہی تھی کہ باپ نے کسی کام سے پکارا۔ وہ باپ کے پاس گئی۔ باپ نے اُسے پیسے دیے کہ جا کر سودا لے آئے۔

لڑکی نے بسم اللہ پڑھ کر پیسے لیے۔ بازار چلی گئی۔ وہ اُدھر بازار گئی۔ ادھر باپ نے طاق سے انگوٹھی اُٹھا لی۔

جیسے ہی لڑکی بازار سے آئی۔ باپ نے کہا "جلدی کھانا پکا دے۔

ضروری کام ہے۔ کھانا کھا کر جاؤں گا۔ لڑکی بسم اللہ پڑھ کر کھانا پکانے لگی۔

"اور سُنیے، تو امّی جان ! اور انگوٹھی کی یاد اُسے . . . . ."سعیدہ پوچھ بیٹھی۔

امّی جان نے کہا "ہاں بیٹی ! جلدی میں اس کو انگوٹھی یاد نہ رہی۔ اس نے کھانا پکایا۔ باپ کو دیا۔ باپ کھا کر باہر گیا۔ اب لڑکی کو انگوٹھی یاد آئی اس نے طاق میں دیکھا وہاں اب انگوٹھی کہاں ؟ وہ بہت گھبرائی۔ اللہ کو یاد کیا۔ اور چُپ رہی۔

باپ نے انگوٹھی لے جا کر ندی میں ڈال دی۔ پھر واپس گھر آیا۔ دوسرے دن بیٹی سے انگوٹھی مانگی اس نے بتایا کہ انگوٹھی گم ہوگئی۔ باپ بہت خفا ہو اور بولا "اگر تین دن کے اندر تو انگوٹھی ڈھونڈ کر نہ لائی تو تیری خوب پٹائی کروں گا۔

لڑکی کچھ نہ بولی۔ باپ بہت ڈانٹ ڈپٹ کر باہر چلا گیا۔ ٹہلتا ٹہلتا مچھلی پہنچا۔ وہاں ایک بڑی سی مچھلی نیلام ہو رہی تھی۔ بولی بولی جا رہی تھی۔ یہود نے بھی دام لگائے۔ یہودی کے نام پر بولی ختم ہوگئی۔ مچھلی اسے مل گئی۔ مچھلی لے کر وہ گھر آیا۔ بیٹی کو دی اور کہا کہ جلد پکا دے اور انگوٹھی ک ڈھونڈ کر دے۔ لڑکی نے بسم اللہ پڑھ کر مچھلی لے لی۔ باپ اپنے کام میر لگ گیا۔ لڑکی مچھلی صاف کرنے لگی۔ جیسے ہی اس نے اس کا پیٹ چاک کیا۔ انگوٹھی اس کے پیٹ سے نکلی۔ لڑکی نے دیکھا تو یہ وہی انگوٹھی تھی۔ ا بہت خوش ہوئی۔ بسم اللہ پڑھ کر اُنگلی میں پہن لی۔

پھر جب کھانا کھا کر یہودی نے انگوٹھی مانگی تو لڑکی نے بسم اللہ پڑھ کر انگلی نکالی اور باپ کو دے دی۔ باپ حیران رہ گیا۔

کہانی کہہ کر امّی جان نے پوچھا۔ بچّو! تم سمجھے انگوٹھی کس طرح واپس آئی؟" پھر خود ہی کہنے لگیں۔ "بات یہ ہوئی کہ جب یہودی نے انگوٹھی ندی میں ڈالی تو بسم اللہ کی برکت سے اس مچھلی نے انگوٹھی نگل لی۔ پھر مچھیرے نے مچھلیاں پکڑیں۔ اور بیچنے کے لیے بازار میں آیا تو بسم اللہ کی برکت سے یہ مچھلی اس یہودی نے خریدی اور گھر لے آیا۔

یہ بسم اللہ کی برکت ہے بچّو!

اگر تم بھی بسم اللہ پڑھ کر ہر کام کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے سارے کام بنا دے گا۔"

●

السّلام علیکم

آج ہم سب نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ سدّو آئے گا تو امّی سے خوب پٹوائیں گے۔ بات ہی ایسی تھی، اس کی پٹائی ہونی ہی چاہیے۔ توبہ توبہ! کیسی کیسی گالیاں بکیں اس نے۔ گلی میں کھڑا زور زور سے چیخ رہا تھا اور جلال کو گندی گندی گالیاں دے رہا تھا۔

اچھا بھئی، امّی آئیں۔ ہم نے سدّو کی شکایت کر دی۔ ہم سب نے، میں نے، صفّو آپیا نے، سعیدہ بی نے، شوکت نے، رفّو باجی نے، حمیدہ آپا نے۔

امّی جان کا چہرہ غصّے سے لال ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سدّو آیا اور وہ اس پر پل پڑیں گی — مگر — واہ بھئی واہ۔ سدّو آیا۔ اُس نے "السّلام علیکم" کہا اور ایک طرف بیٹھ گیا۔ ہم سب نے وعلیکم السّلام کہا۔ امّی جان نے بھی "وعلیکم السّلام" کہا۔ ہم نے دیکھا کہ وعلیکم السّلام کہنے کے ساتھ ہی امّی جان کا غصّہ کم ہو گیا۔ انھوں نے سدّو کو دیکھا تو مگر نہ اسے ڈانٹا اور نہ پیٹا۔ ہم سب سوچنے لگے۔ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ ننّھی گلّو سے نہ رہا گیا۔

اس نے کہا:۔

"امّی جان، چھدُو بھیّا آوے"۔ گلو کا مطلب یہ تھا کہ اب سدّو آگیا ہے۔ اُسے پیٹو۔ امّی جان اس کا مطلب سمجھ گئیں۔ وہ ہنس دیں پھر بولیں۔

"آج میں سدّو کو پیٹتی تو مگر اس نے آتے ہی "السلام علیکم" کہا تو آپ سے آپ غصّہ ختم ہوگیا۔

"الے وا" اَول جو دالیاں بکیں"۔ ننھی گلو پھر بولی۔ سدّو سمجھ گیا کہ ان کی شکایت امّی سے کر دی گئی۔ وہ چُپ چاپ بیٹھا رہا۔ امّی جان نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگیں۔

"میں جب چھوٹی تھی یہی سدّو کی عمر کی۔ تو ایک دن میرے ابّو میاں کسی بات پر مجھ پر بہت غصّے ہوئے۔ وہ مجھے پیٹنے کے لیے بڑھے۔ میری سمجھ میں ایک بات آگئی۔ میں نے کہا "ابّا جان! السّلام علیکم" میرا سلام کرنا تھا کہ ابّا جان کا غصّہ ختم ہوگیا۔ اور وہ مُسکرانے لگے۔ ایسا ہی آج بھی ہوا۔ سدّو کو میں ضرور پیٹتی مگر اس نے سلام کیا تو غصّہ جاتا رہا۔

"کیسے جاتا رہا امّی!" شوکت نے پوچھا۔

"بات یہ ہے بچّو! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلام کرنے سے محبّت پیدا ہوتی ہے۔ بس یہی بات ہے کہ جب کوئی سلام کرلیتا ہے تو غصّہ آپ سے آپ جاتا رہتا ہے۔ میں تم کو ایک کہانی سناؤں"۔

"ضرور ضرور امّی جان! ضرور سُنائیے۔ ہم سب نے کہا امّی جان اس طرح کہانی سُنانے لگیں۔

"ایک درزی تھا۔ اس کی دوکان بازار میں تھی۔ وہ جب گھر سے بازار جاتا تو راستے میں ایک صاحب کو سلام ضرور کر لیا کرتا تھا۔ ان صاحب کو سب لوگ نواب صاحب، نواب صاحب کہا کرتے تھے۔ نواب صاحب بڑے غصّہ ناک تھے۔ درزی ان کو سلام کرتا تھا۔ وہ جواب دیتے وعلیکم السّلام درزی چلا جاتا۔ سلام کے سوا اور کوئی بات نہ ہوتی۔

اب دیکھو بچو! درزی کا ایک دشمن تھا۔ اس دشمن نے درزی کو ایک مقدمے میں پھانس دیا۔ درزی بے چارہ غریب تھا مقدمے کا خرچ وہ کہاں سے کرتا۔ وکیل کو فیس دینے کے لیے بھی اس کے پاس پیسے نہ تھے۔ بے چارہ عدالت میں اکیلا ہی جا حاضر ہوا۔

عدالت میں پہنچا تو دیکھا، کہ وہاں اس کی طرف سے شہر کا مشہور وکیل موجود تھا۔ اس وکیل نے درزی کا مقدمہ لڑا۔ پیشی ہوتی۔ درزی جاتا وکیل بھی آتے۔ مقدّمہ بہت دنوں چلتا رہا۔ درزی بڑا حیران کہ وکیل اس کی طرف سے مقدمہ لڑنے کہاں سے آجاتا ہے۔ اس نے دو تین بار وکیل صاحب سے پوچھا بھی کہ حضور میرے پاس ٹوٹکا بھی نہیں۔ میں آپ کی فیس نہ دے سکوں گا۔ وکیل صاحب کچھ جواب نہ دیتے۔ آخر کار وکیل صاحب نے مقدمہ جِتا دیا۔ درزی بَری ہو گیا۔ وکیل صاحب اپنے گھر چلے گئے۔

"ارے واہ!" ہم سب نے کہانی سُن کر کہا۔ "بڑا اچھا تھا وکیل"۔

پھر ہم نے امّی جان سے پوچھا۔
"کیا کہانی ختم ہوگئی"۔ امّی جان نے کہا۔ "نہیں، کہانی کی مزیداری تو اب سنو۔ درزی بَری ہوگیا تو بڑا خوش ہوا۔ اس نے گھر آکر کچھ برتن بیچے اور خوشی میں اپنے یار دوستوں کی دعوت کی۔
سب لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ اتنے میں نواب صاحب وکیل صاحب اور نواب صاحب کے منیم جی آگئے۔ درزی گھبرا گیا۔ نواب صاحب اور ان کے ساتھی بلائے نہیں گئے تھے پھر بھی وہ آگئے۔ سب کے ساتھ ٹاٹ پر بیٹھ گئے۔ درزی سے بولے۔ بھائی! تم نے ہم کو بُلایا نہیں لیکن پھر بھی ہم آگئے۔ بُرا تو نہ مانے۔"
"نہیں حضور! — درزی کہنے لگا۔" ہم کو تو بڑی خوشی ہوئی حضور! آپ بڑے آدمی ہیں۔ ہم کیا جانیں۔ ہم غریبوں کے یہاں آپ کیسے آتے۔ اسی لیے نہیں بُلایا۔ مُعاف کیجیے۔ اور اب جب آپ تشریف لائے ہیں تو جو دال دلیا حاضر ہے۔ نوش فرمائیے۔"
"امّی جان! نوش فرمائیے کا کیا مطلب ہے۔"
"یعنی کھائیے۔ اچھا بھئی۔ نواب صاحب نے دو تین لقمے کھائے پھر اُٹھ کر جانے لگے۔ منیم صاحب کو اشارہ کیا کہ پانچ سو روپیہ درزی کو دیدے۔ منیم درزی کو روپیہ دینے لگا۔ تو درزی کا منہ کھُلا کا کھُلا رہ گیا۔ اس نے کہا۔
"حضور.........."

نواب صاحب بیچ میں بول اُٹھے۔" میاں یہ روپیہ تم کو لینا ہوگا۔ ورنہ
میرا غصّہ تم جانتے ہو۔"

درزی نے ڈر کے مارے روپیہ لے لیا۔ پوچھنے لگا کہ حضور اتنا بتا دیں
کہ آخر آپ نے اتنی مہربانی کیوں کی؟

نواب صاحب بولے۔" بھئی اس سے زیادہ تم مجھے روز دیتے ہو۔"

"ایں، ہیں، حضور کو؟" درزی ہکّا بکّا ہو گیا۔

"ہاں بھئی، تم مجھے روز سلام کرتے ہو۔ کہتے ہو۔ السّلام علیکم۔ السّلام علیکم
کی تو بہت بڑی قیمت ہے میاں! جانتے ہو السّلام علیکم کے کیا معنی ہیں۔ السّلام علیکم
کا مطلب ہے کہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ اس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی
جب اُس دنیا میں اللہ سب سے ان کے کاموں کا حساب لے گا تو بھئی
تم مجھ کو روز کتنی قیمتی دعا دیتے ہو۔ پھر یہ کہ تم جو مجھے روز یہ دعا دیتے ہو تو مجھے
تم سے محبّت ہو گئی ہے۔ اسی محبّت کے مارے میں تمہاری خوشی میں شریک ہونے
تمہارے گھر آ گیا۔

"بڑی مہربانی حضور آپ کی۔ اللہ آپ کو اس کا اچھا بدلہ دے۔"

پھر نواب صاحب چلے گئے۔ منیم نے درزی سے کہا کہ یہ جو وکیل صاحب
ہیں نا! ان کو نواب صاحب ہی نے ایک ہزار فیس دے کر تمہاری طرف سے
مقدمہ لڑانے بھیجا تھا۔ یہ سب تمہارے سلام کی برکت ہے۔

امّی جان یہ کہانی ختم کر کے کہنے لگیں۔

"تو دیکھا تم نے بچّو! سلام میں کتنی برکت ہے۔ آج سدّو نے سلام

تو میرا غصّہ جاتا رہا۔ تم میں اگر جھگڑا ہو جایا کرے تو تم سب آپس میں السّلام علیکم کہا کرو۔ محبّت پیدا ہو گی۔ تمہارے دل کا غصّہ دور ہو جائے گا۔

"بہت اچھا امّی جان!" ہم سب نے ایک ساتھ کہا اور پھر اپنے اپنے بستر میں جا گھسے۔

●

اِنْ شَاءَ اللہ

میں تو یہ سوال چٹکی بجاتے حل کر دوں گا۔"

میں چھ ماہی امتحان میں اوّل آؤں گا۔"

"اب کہ بار مجھے اوّل آنا ہے۔"

ہم سب بیٹھے اسی طرح اپنی اپنی کہہ رہے تھے۔ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ امّی جان آگئیں۔

"کیا ڈینگیں مار رہے ہو؟ امّی جان نے آتے ہی پوچھا: ہم سب نے اپنے حوصلے ظاہر کیے۔

اور تم کیا سوچ رہی ہو سعیدہ!"

"امّی! یہ ڈینگیں مارنے کے کیا معنیٰ ہوتے ہیں؟" سعیدہ نے پوچھا۔

"ڈینگیں مارنے کے معنیٰ ہیں گھمنڈ اور غرور کی باتیں کرنا، میں وہ کر ڈالوں گی۔میں آج یہ کام کروں گا۔میں آج وہ فراک تیار کروں گی اس طرح کی باتیں کرنا سمجھے تم سب۔

"مگر سُنیے تو امّی جان. . . . ." سدّو نے امّی پر اعتراض

جڑدیا۔ "آپ بھی تو کہا کرتی ہیں کہ آج یہ کروں گی، وہ کروں گی، وہاں جاؤں گی وغیرہ۔"

سدّو نے "وغیرہ" کو سر جھٹک کر اس طرح کہا کہ ہم سب ہنس پڑے۔ بڑا مسخرہ ہے سدّو۔"

امّی جان نے بتایا کہ جب میں کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتی ہوں اور اُسے زبان سے کہتی ہوں تو ان شاء اللہ ضرور کہہ لیتی ہوں۔ ان شاء اللہ کہہ لینے سے کام پورا ہو جاتا ہے۔

"ان شاء اللہ" کہنے کی تعلیم اللہ میاں نے اپنے رسولوں کو دی اور پھر پیارے رسولوں نے اپنے اُمّتیوں کو "ان شاء اللہ" کہنا سکھایا۔ اِن شاء اللہ کہہ لینے سے اللہ کی مدد شامل ہو جاتی ہے اور پھر کام کرنے میں چُستی اور پھُرتی پیدا ہو جاتی ہے۔ تم لوگوں نے شاید اس کسان کی کہانی نہیں سُنی جس کا کھیت . . . !

"سُنائیے، سُنائیے، امّی جان کہانی سُنائیے۔" ہم سب نے امّی جان سے کہا اور انھوں نے "اِن شاء اللہ" والی کہانی اس طرح سُنانی شروع کر دی۔

سُنو بھائی، ایک کسان تھا اس کے پاس کئی کھیت تھے۔ اس نے کھیتوں میں گیہوں بویا تھا۔ کھیتوں میں گیہوں کے پودے اُگے بڑھے۔ ان میں بالیاں آئیں۔ بالیوں میں دانے پڑے۔ دانے پک گئے تو ایک دن کسان اپنے کھیت دیکھنے گیا۔ پیداوار کٹنے کے لائق ہو گئی تھی۔ اس نے کہا۔

"کل محلّے والوں کو لا کر کھیت کاٹ لوں گا۔"

"امّی جان! کھیت کاٹے گا یا کھیت کی پیداوار۔؟" سدّو بولا۔

وہی مطلب اب دھیان سے سنو، کہانی میں مزا آئے گا۔ امّی جان نے
ہم سب سے کہا اور آگے کہنے لگیں۔

کھیت میں ایک چڑیا نے انڈے دیے تھے۔ انڈوں سے بچّے نکلنے
تھے۔ بچّے موجود تھے۔ چڑیا کہیں گئی ہوئی تھی۔ انھوں نے کسان کی بات
سُنی تو گھبرا گئے۔

گھبرا یوں گئے کہ کھیت کٹ جائے گا تو وہ اس طرح چھُپ کر کہاں
رہیں گے پھر تو چیل کوّے لے اُڑیں گے۔ چڑیا آئی تو بچّوں نے کہا:

"امّی! یہاں سے بھاگ چلیے۔"

"کیوں بچّو؟" چڑیا نے پوچھا۔

"آج کسان آیا تھا۔ اس نے کہا کہ کل کھیت کاٹ لوں گا۔"

"تم گھبراؤ نہیں۔ کل کھیت نہیں کٹے گا۔"

ماں نے کہا تو بچّوں کا ڈر کم ہوا۔ دوسرے دن چڑیا پھر کہیں چلی گئی۔
دوسرے دن پھر کسان آیا۔ کھیت کو دیکھ کر بولا۔

"محلّے والوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ آج مزدور ڈھونڈوں گا
اور کل ضرور کاٹ لوں گا۔"

چڑیا کے بچّوں نے سُنا تو پھر گھبرا گئے۔ شام کو جب چڑیا آئی تو بچوں
نے کہا۔

"امّی! آج تو ضرور بھاگ چلیے۔ کل وہ مزدوروں کو لائے گا۔"
چڑیا نے کہا۔ "گھبراؤ نہیں، کھیت کل بھی نہیں کٹے گا۔"

ماں نے کہا تو بچوں کا ڈر کم ہوا۔ تیسرے دن چڑیا پھر کہیں چلی گئی۔ تیسرے دن کسان آیا۔ کھیت دیکھ کر بولا۔

مزدور سب کام سے لگے ہیں۔ کوئی خالی نہیں۔ اب میں ان شاءاللہ کل اکیلا ہی کاٹوں گا۔

"چوں چوں چوں چوں، ہی ہی ہی ہی، بچّوں نے آپس میں کہا، یہ میاں اتنا بڑا کھیت اکیلے کاٹیں گے۔ غلط بالکل غلط۔

شام کو چڑیا آئی۔ اس نے بچّوں کو باتیں کرتے سُنا۔ پوچھا "کیا آج کسان نہیں آیا تھا؟"

"آیا تھا امّی!" سب بولے۔

"آج اس نے کیا کہا؟"

"اس نے کہا، کل ان شاء اللہ اکیلا ہی کاٹوں گا۔ امّی! وہ اکیلا کیا کرسکتا ہے۔ اتنا بڑا کھیت!"

بچّو! اب بھاگو یہاں سے۔ چلو۔ بس آج رات ہی میں کہیں بسیرا کرلیں چل کر!"

"ارے واہ امّی! آپ تو گھبرا رہی ہیں۔"

"ہاں بچّو! گھبرانے کی بات ہی ہے۔"

"کیوں؟"

"کل کھیت ضرور کٹ جائے گا۔"

"وہ کیسے، کیا وہ اکیلا کاٹ سکے گا۔"

"ضرور کاٹ لے گا۔ تم جانو، آج اس نے انشاء اللہ کہہ لیا ہے۔"

"تو اِن شاء اللہ کہہ لینے سے کیا ہوتا ہے۔"

"اللہ کی مدد شامل ہو جاتی ہے۔ اِن شاء اللہ کہنے سے انسان کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔ وہ اکیلا ہی کام میں جُٹ جاتا ہے۔ پھر اللہ اس کا کام ضرور پورا کرتا ہے۔"

یہ کہہ کر چڑیا بچّوں کو لے کر جنگل کی طرف اُڑ گئی۔

"امّی جان! کہانی ختم۔" ہم سب نے پوچھا۔

"ہاں ختم ہی سمجھو۔"

"اور کھیت ....."

"دوسرے دن کسان تنِ تنہا ہنسیا لے کر آیا اور اکیلا ہی کھیت کاٹنے لگا۔ دن بھر خوب محنت کی اس کے کھیتوں میں کٹے ہوئے گیہوں کے ڈھیر لگے تھے۔"

"واہ واہ! خوب! اب ہم بھی انشاء اللہ کہہ لیا کریں گے۔"

"کیسے کہو گے؟"

"ان شاء اللہ میں یہ سوال چٹکی بجاتے حل کر لوں گا۔"

"ان شاء اللہ میں چھ ماہی امتحان میں اوّل آؤں گا۔"

"ان شاء اللہ اب کہ بار اوّل آ کر رہوں گا۔"

"ان چھاء اللہ آج میں پہلے بل فی تھاؤں دی۔"

یہ آخری بات گلّو بی کی تھی۔ ہم سب مُسکرا دیے۔ امّی جان نے فرمایا۔

اب جو کام کرنے کو چلو تو اسی طرح ان شاء اللہ ضرور کہو۔

شاباش بچو۔"

"اچھا امی!"

"اور سنو تو، تم نے ان شاء اللہ کے معنیٰ نہیں پوچھے۔"

"ان شاء اللہ کے معنیٰ ہیں۔ اگر اللہ نے چاہا۔"

"جی ہاں امی! اللہ چاہے گا تبھی تو کام پورا ہوگا۔ اللہ نہ چاہے گا تو کام کیسے بنے گا۔ ہے نا امی!"

"بہت ٹھیک بچو! اچھا اب جاؤ۔ جا کر سو جاؤ۔ تو اب کہا کرو گے اِن شاء اللہ؟"

"اِن شاء اللہ۔"

●

ماشاء اللہ

"میرا فراک کیسا اچھا ہے!"

"اور میری جرسی دس روپیہ کی ہے!"

"اور میرا جمپر دیکھو، کیسا پھول دار ہے۔ سب سے اچھا۔"

"واہ واہ! میرا کوٹ، اونی، گرم دس روپیہ تو صرف اس کی سِلائی کے گئے ہیں۔"

ہم سب اپنے اپنے لباس کی تعریف کر رہے تھے اور ہمارا سینہ خوشی سے پھول رہا تھا۔ اتنے میں امّی آگئیں۔ آتے ہی بولیں:

"پیارے بچّو! ماشاء اللہ کہو، ماشاء اللہ!"

"کیوں؟" ہم سب ایک ساتھ بولے۔

"اللہ کا حکم ہے۔ پیارے رسولؐ نے سکھایا ہے۔" امّی جان نے بتایا۔

"ماشاء اللہ کا کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ ہے کہ جو چاہا اللہ نے، یعنی اللہ نے چاہا جو ہمیں دیا۔ ہم نے پہنا۔ اس کا شکر ہے۔"

"جی ہاں! امّی جان بالکل ٹھیک ہے۔ اللہ ہی تو سب کچھ دیتا ہے۔"

"شاباش بچّو! اور سنو، جس شخص کو اللہ دیتا ہے اور وہ اس کا شکر ادا نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمت چھین لیتا ہے۔"

"امّی جان! یہ کیسے؟"

"وہ چیز گم ہو سکتی ہے۔ چوری بھی ہو سکتی ہے۔ تم نے وہ کہانی نہیں سُنی؟"

"کون سی کہانی امّی جان!"

"وہ جو قرآن پاک میں ہے۔"

"بالکل سچّی!"

"ہاں!"

"تو پھر سُنائیے!"

"سُنو، دو آدمی تھے۔ وہ دونوں پڑوسی تھے۔ ایک کے پاس ایک باغ تھا۔ باغ پھولا پھلا اور ہرا بھرا تھا۔ ایک سال کی بات ہے۔ باغ میں خوب پھل آئے۔ ہر پیڑ پھلوں سے لد گیا تو باغ کے مالک نے پڑوسی سے کہا۔

"دیکھو تو میرا باغ کیسا پھولا اور پھلا اور پھلوں سے لدا ہے۔"

پڑوسی نے نصیحت کی "بھائی! مبارک ہو۔ ماشاءاللہ تو کہو۔ اللہ کا شُکر تو ادا کرو۔"

"اجی بہت شکر ادا کر لیا۔ باغ والے نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"ایں، امّی جان ! . . . ." ہم سب کہانی سُنتے سُنتے چونک پڑے۔ ہم نے کہا۔

"بڑا خراب آدمی تھا۔ اللہ میاں نے باغ دیا اور وہ اللہ میاں ہی کو بھول گیا۔"

"سُنو تو پھر ہوا کیا؟" امّی جان نے آگے کہانی سُنائی ۔

"اُسی دن اس باغ پر بجلی گری اور باغ جل کر راکھ ہوگیا۔"

"پھر تو وہ خوب پچھتایا ہو گا" ہم سب نے امّی جان سے پوچھا۔

"اب پچھتائے کیا ہوتا ہے۔"

"تو امّی جان ! اب ہم ماشاء اللہ کہہ لیا کریں گے۔"

"شاباش بچّو! دیکھو، جب کسی کو ہٹّا کٹّا اور موٹا تگڑا دیکھو تو ماشاء اللہ کہہ لیا کرو۔ اپنی پسند کی چیز دیکھو تو ماشاء اللہ کہہ لیا کرو۔ جیسے یہ تمہارا منّا بھیّا ہے نا! ماشاء اللہ کیسا تندرست ہے۔ اس کے گال ماشاء اللہ کیسے پھولے پھولے ہیں۔ تو جب اُسے دیکھو تو کہو ماشاء اللہ ہمارا مُنّا بہت اچھا ہے۔ ماشاء اللہ کہنے سے ایک فائدہ اور ہے۔"

"وہ کیا امّی جان ؟"

"وہ یہ کہ نظر نہیں لگتی ـــــ سمجھے !"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ واہ مُفت کی دوا۔"

"ہاں بچّو! اور سُنو تو اور اللہ بھی تو خوش ہوتا ہے۔"

"ہاں امّی جان !"

"تو کیسے کہو گے ؟"

"سُنیے امّی ! یوں ماشاء اللہ میرا فراک بہت اچھا ہے۔"

"ماشاء اللہ میرا جمپر بڑا خوبصورت ہے۔"

"ماشاء اللہ"

بارک اللہ

میں نے بہت سی باتوں میں دیکھا۔ میری امّی کا طریقہ دوسری عورتوں کے طریقوں سے الگ ہے۔ پھر جب میں نے ابّو میاں سے پوچھا یا کبھی مولوی صاحب سے پوچھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ میری امّی کا طریقہ ہی ٹھیک ہے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ امّی جان جو کچھ کہتی ہیں، جو کچھ سمجھاتی ہیں اور خود کرتی ہیں وہ ٹھیک ہے۔ ابھی کل کی بات ہے۔ ہم لوگ کھا رہے تھے اتنے میں پڑوسن بی آگئیں۔ امّی جان نے ان کو دیکھتے ہی کہا۔ "آؤ بہن! کھانا کھالو۔" انھوں نے جواب دیا۔ بسم اللہ کرو، اللہ زیادہ دے۔"

"بسم اللہ کرو، اللہ زیادہ دے" سُن کر ہم سوچنے لگے کہ امّی جان سے جب کوئی کہتا ہے کہ "کھالو" تو امّی جواب دیتی ہیں۔ "بارک اللہ" اس وقت تو ہم سے کسی نے کچھ نہ کہا لیکن جب امی جان کہانیاں سُنانے کے لیے بیٹھیں تو سدّو نے چھیڑ دیا۔ "امّی جان کہانیاں سنانے آئی تھیں نا! ہم کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے کہا "آؤ کھالو۔" تو انھوں نے کہا "بسم اللہ کرو، اللہ زیادہ دے۔" مگر آپ اس کی جگہ "بارک اللہ" کہتی ہیں۔ تو ٹھیک کیا ہے؟"

سدّو نے یہ کہا تو میں جھٹ بول اُٹھا۔ "ہماری امّی ٹھیک کہتی ہیں۔"

"تجھے کیا معلوم۔" سدّو نے مجھے ڈانٹ دیا۔ "بڑا چلا مولوی بن کے!"

"معلوم کیوں نہیں ؟" میں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "ہم کھانا شروع ہی کرتے ہیں۔ "بسم اللہ" پڑھ کر تو پھر پڑوسن بی نے یہ کیا بیچ میں کہا کہ بسم اللہ کرو۔

"ہے تو دعا یہ بھی جو پڑوسن نے دی۔" سدّو نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

اب اس کا جواب مجھ سے نہ بن پڑا۔ میں امّی جان کی طرف دیکھنے لگا۔ امّی جان جان نے سمجھانا شروع کیا۔

دیکھو بچّو! ہم مسلمان ہیں۔ ہم کو چاہیے کہ بات بات میں پیارے رسولؐ کی نقل کریں۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی سکھایا ہے کہ ایسے موقع پر بارک اللہ کہا کرو۔ ہم کو چاہیے کہ بارک اللہ ہی کہا کریں۔ بارک اللہ کہنے میں زیادہ ثواب ہے۔

"امّی بارک اللہ کے معنیٰ کیا ہیں ؟" میں نے پوچھا۔ امّی جان نے بتایا کہ معنیٰ تو یہی ہیں کہ اللہ برکت کرے۔ یہ بڑی اچھی دُعا ہے۔ اللہ یہ دعا قبول فرمالے تو ہم اس دنیا میں بھی آرام سے رہیں اور مرنے کے بعد جب اللہ میاں کے سامنے جائیں تو وہاں بھی اللہ ہمیں برکت دے۔ تم نے وہ قصّہ نہیں سُنا جو پیارے نبیؐ نے اپنے پیارے ساتھیوں کو سُنایا :

قصّہ کہانی کا نام آتا ہے تو ہماری خوشی کا نہ پوچھیے۔ پھر یہ کہ پیارے رسولؐ کی کہی ہوئی کہانی کا کیا کہنا۔ ہم نے امّی سے کہا۔ "یہ کہانی تو ضرور سُنائیے امّی جان" کہنے لگیں :

"ایک تھا گنجا، ایک تھا اندھا۔ ایک تھا کوڑھی۔ ایک بار اللہ میاں نے ان کی جانچ کی۔ ان کے پاس فرشتہ بھیجا۔"

"فرشتہ؟" امّی جان سُنیے تو ۔ ہم سب ایک ساتھ بول اُٹھے ۔
فرشتہ تو پیارے نبیؐ کے پاس آتا تھا۔"

"ہاں بچّو! پیارے نبیؐ کے پاس جو فرشتہ آتا تھا تو وہ اللہ کے حکم لاتا تھا اور پیارے نبیؐ کو معلوم ہو جاتا تھا۔ مگر یہ جو فرشتہ ان تینوں کے پاس آیا تو وہ انسان کی شکل میں تھا یہ تینوں یہ نہ جان سکے کہ یہ فرشتہ ہے ۔

اچھا سُنو، وہ فرشتہ انسان کی شکل میں پہلے گنجے کے پاس گیا ۔ اس سے پوچھا کیا چاہتا ہے ؟ اس نے بتایا کہ میرے سر پر اچھے اچھے بال اُگ آئیں ۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا ۔ اس کا گنجا پن جاتا رہا ۔ پھر اُسے ایک بکری دی اور کہا کہ بارک اللہ ۔ اللہ برکت دے ۔

اس کے بعد وہ اندھے کے پاس گیا ۔ اس سے پوچھا ۔ کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا اندھا پن جاتا رہے ۔ مجھے دکھائی دینے لگے ۔ فرشتے نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا ۔ اُس کی آنکھوں میں روشنی آگئی ۔ پھر اُسے ایک گائے دی اور کہا کہ بارک اللہ ۔ اللہ برکت دے ۔

پھر وہ کوڑھی کے پاس گیا ۔ اس سے پوچھا "کیا چاہتا ہے ؟" اُس نے جواب دیا کہ میرا کوڑھ اچھا ہو جائے ۔ فرشتے نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا ۔ وہ آدمی تندرست ہو گیا ۔ اچھی اچھی سُندر سُندر کھال اُس کے بدن پر آگئی ۔ پھر اُسے ایک اونٹنی دی اور کہا کہ بارک اللہ ۔ اللہ برکت دے ۔

برکت کی دُعا دے کر فرشتہ چلا گیا ۔ گنجے کی بکری نے بچّے دیے ۔ اندھے کی گائے کے بچّے ہوئے اور کوڑھی کی اونٹنی نے بھی بچے دیے ۔ پھر ان بچّوں کے بڑے ہونے پر اُن کے بچّے ہوئے ۔ پھر اُن کے بچّوں کے بچّے ہوئے ۔ تین چار

سال ہو گئے۔ تینوں کے پاس اتنے جانور ہو گئے کہ وہ مال دار ہو گئے اور ٹھاٹ سے رہنے لگے۔

اب سُنو بچّو! بڑے دھیان سے سُنو، اب فرشتہ پھر آیا۔ گنجے کے پاس گیا۔ کہا "میں بہت پریشان ہوں۔ مسافر ہوں۔ اللہ نے تم کو بہت ہی مال دیا ہے۔ اس میں سے مجھے کچھ دے۔ گنجے نے ٹکا سا جواب دے دیا۔ "بھاگ بھاگ میں نے بڑی محنت سے یہ جانور پالے ہیں۔ میں تجھ کو ایک بکری بھی نہ دوں گا۔ دور ہو اور دوسرا دروازہ دیکھ!

فرشتے نے کہا تو پہلے گنجا تھا۔ اللہ نے تجھ کو بڑے اچھے بال دیے اور تیری بکری میں برکت دی۔ اب تو خدا کو بھول گیا۔ سُن! میں وہی ہوں جس نے تجھے اچھا کیا تھا اور بکری دی تھی تو اللہ کے امتحان میں فیل ہو گیا۔ اب خدا تجھ کو پھر ویسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔

فرشتے کا یہ کہنا تھا کہ گنجا پھر گنجا ہو گیا۔ اور اس کے سارے جانور مر گئے۔

"توبہ توبہ! بڑا ناشکرا تھا گنجا۔" ہماری زبانوں سے نکلا امّی جان کہانی سُناتی رہیں۔

پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس گیا۔ اس سے گائے مانگی۔ اس نے بھی ناشکرے پن کی باتیں کیں۔ فرشتے نے اُسے بھی بددُعا دی۔ وہ پھر اندھا ہو گیا۔ اور اس کے جانور مر گئے۔

"توبہ توبہ! کیسا بُرا تھا اندھا بھی۔" ہم سب نے کہا۔

اس کے بعد فرشتہ کوڑھی کے پاس گیا۔ اس سے وہی کہا کہ میں مسافر ہوں۔ اللہ کے واسطے میری مدد کرو۔" کوڑھی نے کہا "میرے بھائی!

میں پہلے کوڑھی تھا۔ اللہ نے مجھے تندرست کیا۔ مجھے ایک اونٹنی دلائی اور
اب میرے گھر ایسی برکت ہے کہ میرا گھر مال سے بھرا ہے۔ بھائی! تم اللہ کے
واسطے مانگتے ہو۔ تم جتنا چاہو لے لو۔"

یہ سُن کر فرشتہ خوش ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ مجھے اللہ نے تم سب کی جانچ
کے لیے بھیجا تھا۔ وہ دونوں جانچ میں فیل ہو گئے اور پھر ویسے ہی کر دیے گئے۔
صرف تم کامیاب رہے۔ مجھے تمہارا مال نہیں چاہیے۔ اللہ تمہارے مال میں اور
زیادہ برکت دے۔ بارک اللہ۔

فرشتہ اسے دُعا دے کر چلا گیا۔

"امّی! یہ بہت اچھا آدمی تھا۔" ہم سب نے کہا۔ امّی نے ہمیں سمجھایا تو بڑے
ہو کر تم بھی اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ کیا معلوم اللہ کے فرشتے کس کے
بھیس میں ہمارے آس پاس رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی فرشتہ تم کو بھی دُعا دے
اور تمہارے گھر میں بھی برکت نازل ہو۔

"ان شاء اللہ!" —— ہم سب نے کہا "ہم ہر ایک کی مدد کریں گے۔
چاہے اُسے ہم جانتے ہو یا نہ جانتے ہوں۔

"اور دیکھو آپس میں ایک دوسرے کے لیے برکت کی دُعا کیا کرو۔
بارک اللہ کہا کرو۔ امّی نے کہا۔

ہم نے جواب دیا۔ "اِن شاء اللہ، ضرور ہم ایک دوسرے کے لیے
برکت کی دُعا کرتے رہیں گے۔"

"شاباش! اچھا اب جاؤ سُو جاؤ۔"

ہم سب اُٹھے اور جا کر اپنی اپنی چارپائیوں پر لیٹ گئے۔

جزاک اللہ

آج پہلے ایک لطیفہ یعنی مزے کی بات سُن لیجیے۔ اس کے بعد دیکھئے کہ ہماری امّی جان کس طرح ہمیں اسلامی تہذیب کی باتیں بتاتی ہیں۔ یعنی یہ بتاتی ہیں کہ کیسے بات کریں۔ کس طرح کسی سے ملیں۔ اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، کھانا کھانے، پانی پینے، باتیں کرنے، ملنے جلنے، رہنے سہنے وغیرہ کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟

بات یہ ہوئی کہ کل جب امّی جان ہمیں کہانی سُنا رہی تھیں تو پڑوسن تحفہ لائیں۔ تحفے میں مکّا کی کھیلیں تھیں۔ گرم گرم امّی جان ہمیں بتایا کرتی ہیں کہ تحفہ چاہے معمولی ہی ہو۔ مگر واپس نہ کرنا چاہیے۔ پیارے رسولؐ کی پیاری باتوں یعنی حدیثوں کا ترجمہ کرکے ایک بار بتایا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ ”تحفہ چاہے بکری کا کھُر ہی ہو پھر بھی قبول کرو۔“

تو بس امّی جان نے خوش ہو کر مکّا کی کھیلیں لے لیں۔ جزاک اللہ اُن کے مُنہ سے نکلا۔ امّی جان نے پڑوسن کا دل رکھنے کو کھیلیں لے لیں۔ گرم گرم ہونے اور سوندھے پن کی تعریف کی اور پھر جب پڑوسن جانے لگیں تو دوبارہ جزاک اللہ کہی۔

دوسرے دن پھر پڑوسن گرم گرم کھیلیں دے گئیں۔ دوسرے دن بھی امّی جان نے جزاک اللہ کہہ کر کھیلیں لے لیں۔ تیسرے دن پڑوسن پھر

گرم گرم کھیلیں دے گئیں تو امّی جان نے پھر جزاک اللہ کہی اور کھیلیں لے لیں لیکن تیسرے دن پوچھنے لگیں ۔ "پڑوسن بی تم یہ روز روز کھیلیں تحفہ میں کیوں دیتی ہو ۔ ؟"

یہ سُن کر پڑوسن نے کہا "بی بی ! آپ ہی تو ہر روز یہ کہتی ہیں کہ "جاجا کل لا" تو میں دے جاتی ہوں ۔

"میں کب یہ کہتی ہوں کہ "جاجا کل لا" امّی جان نے جواب دیا ۔"

"بی بی ! آپ نے آج بھی کہا "جاجا کل لا ۔"

اب تو امّی جان بہت حیران ہوئیں ۔ ہم سب بیٹھے یہ باتیں سُن رہے تھے ۔ ہم سب دل میں کہہ رہے تھے کہ امّی جان نے "جاجا کل لا" کب فرمایا ۔ سدّو چمک کر بولا ۔

"امّی جان ! میں سمجھ گیا ۔ بتاؤں کیا بات ہے ؟"

اور پھر کہنے لگا ۔ آپ جو یہ "جزاک اللہ" کہتی ہیں نا !" تو پڑوسن بی اس کو جاجا کل لا سمجھیں ۔ میرے اسکول میں زکو ج بولا جاتا ہے اور مزا کو مجا ۔ سزا کو سجا ۔ قاضی کو کاجی ۔ راضی کو راجی ۔ مضبوط کو مجبوت ۔ اجازت کو اجاجت بولتے ہیں ۔ ہندی کا زمانہ (اور پھر ہنس کر سدّو نے کہا ۔) جمانہ ہے نا امّی ! اسی لیے جزاک اللہ کو اگر جاجا کل لا سمجھا جائے تو تعجب کی بات نہیں ۔ امّی سمجھ گئیں ۔ ہم سب بھی سمجھ گئے ۔ امّی جان نے سدّو کی سمجھداری کی تعریف کی ۔ پڑوسن سے کہا " ذرا دیر بیٹھو تو میں سمجھاؤں کہ میں کیا کہتی ہوں ۔ سنو ، میں کہتی ہوں ۔ جزاک اللہ ۔

اب امّی جان پڑوسن کو جزاک اللہ کا مطلب سمجھانے لگیں ہم سب

سُننے لگے۔ دل ہی دل میں ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ کا شکر ہے کہ امّی جان ہماری بات چیت اور بول چال پر بڑا دھیان دیتی ہیں۔ اگر ہم کوئی لفظ غلط بولتے ہیں تو وہ جھٹ ٹھیک کر دیتی ہیں۔ ابھی پرسوں سعید میاں نہ جانے کہاں سے سُن کر آئے اور امّی کے سامنے بولے "زلدی پھر جانا ہے۔" اسی دم سعید میاں کی پکڑ ہوئی اور ان سے بار بار جلدی، کہلایا گیا اور تاکید کر دی گئی کہ غلط لفظ کبھی نہ بولیں۔

ہاں، تو امّی جان نے جزاک اللہ کا مطلب یوں سمجھایا۔

"دیکھو بی! تم جو ہمیں تحفہ بھیجتی ہو تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ پیارے نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں تحفے بھیجا کرو۔ اس سے محبّت بڑھتی ہے اور پُرانی رنجشیں دور ہوتی ہیں۔ تحفہ میں چاہے معمولی چیز ہی ہو لیکن ضرور قبول کر لینا چاہیے۔

امّی جان نے یوں کہنا شروع کیا۔ پڑوسن بی سُن سُنکر اپنے سر کو ہلا رہی تھیں اور خوش ہو رہی تھیں۔ کبھی کبھی بول اُٹھتیں۔ "بی بی سچ کہتی ہو۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اچھے طریقے سکھائے ہیں۔"

"اچھا، یہ تو سُنو" امّی جان پھر کہنے لگیں۔ جزاک اللہ کے معنٰی ہیں۔ "اللہ تم کو اچھا بدلہ دے۔" دیکھو یہ کیسی اچھّی دُعا ہے۔ اللہ تم کو بدلہ دے۔ سمجھیں کچھ؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو جنّت میں اچھی اچھی نعمتیں عطا فرمائے۔

امّی جان نے یہ کہا کہ سدّو کو نہ جانے کیا مسخرہ پن سوجھا۔ یکدم "تھینکیو ویری گڈ۔ دھنّیہ ہو دھنّیہ ہو۔" ہم سب ہنسنے لگے۔ امّی جان بھی مسکرائیں۔ کہنے لگیں۔ "یہ کیا مسخرہ پن ہے؟"

"امّی جان! مسخرہ پن نہیں۔ ہمارے اسکول میں سائنس کے ٹیچر مسٹر

فش ایسے موقع پر تھینکیو کہتے ہیں۔ اور پنڈت سُندر لال جی دھنّیہ کہتے ہیں۔
اِن شبدوں کا ارتھ بھی یہی ہے" سدّو نے جواب دیا۔

امّی جان کہنے لگیں "ارتھ وہیں سمجھنا۔ اس وقت سُنو، میں کیا سمجھاتی ہوں۔
پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گوشت پکتا تو آپؐ فرماتے کہ شوربہ زیادہ کردو
اور پڑوسی کو بھی بھیجو۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں کچھ بھیجتا تو بہت خوش ہوتے۔
جزاک اللہ کہتے۔ دُعائیں دیتے اور سب کو سکھاتے کہ جب کوئی کچھ دے تو یہ دُعا
دو۔ جزاک اللہ۔

ہم سُنتے رہے پھر جب امّی جان نے اپنی بات ختم کی تو ہم سب کی زبان
سے نکلا۔ "امّی جان! جزاک اللہ۔ اللہ آپ کو اچھا بدلہ دے۔ کیسی اچھی باتیں
آپ بتاتی ہیں۔ پڑوسن بھی جزاک اللہ کہہ کر اُٹھیں اور گھر چلی گئیں۔ اب ہم کو جب
کوئی کچھ دیتا ہے تو ہم جزاک اللہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو یہی کہنے کی توفیق
دے اور جیسی ہماری امّی جان ہیں، سب کو ایسی ماں عطا فرمائے۔

●

اَلحمدُ لِلّٰہ

ایک دن کی بات ہے کہ امّی جان نے ہم سب کو مغرب سے پہلے ہی کھلا دیا۔ ہم نے کھانا کھا کر مغرب کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد سدّو ہمیں بُلا کر لے گیا۔ اُس نے ہمیں کہانی کا لالچ دیا۔

مگر واہ بھئی وا، ہماری امّی جان چاہے جیسا بھاری کام کریں ان کے کان ہماری ہی طرف رہتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم میں سے کسی نے کہانی کہی۔ کہانی ختم ہوئی تو امّی جان آگئیں اور بولیں کہ یہ کہانی ابھی آگے اور ہے۔ پھر وہ اسی کہانی میں ایسی بات جوڑ دیتی ہیں کہ مزہ آجاتا ہے۔ اچھا تو سنئے، امّی جان اپنے کاموں میں لگی تھیں۔ سدّو کہانی کہہ رہا تھا۔ کہانی یہ تھی، آپ نے سُنی بھی ہوگی۔ یوں ہے۔

ایک تھا بادشاہ، ہمارا تمہارا خدا بادشاہ ـــــ جی ہاں سدّو نے آنکھیں مٹکا کر اور ہاتھ چمکا کر کہا۔ پُرانے زمانے میں اسی طرح کہانی شروع کرتے تھے۔ اور بات بھی سچّی ہے۔ امّی جان ہم کو بتایا کرتی ہیں نا! کہ ہمارا تمہارا اصل بادشاہ تو اللہ ہے۔ اچھا تو ایک بادشاہ تھا۔ اس بادشاہ کا ایک وزیر تھا بڑا سمجھدار، بڑا نیک نمازی روزہ دار۔ بادشاہ کو بڑی اچھی رائے دیتا۔ اس کی عادت تھی کہ

بات بات میں الحمدللہ (یعنی اللہ تیرا شکر ہے۔ اللہ تیرا احسان ہے۔) کہا کرتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کوئی بات بھی نہ ہوتی۔ چپ بیٹھے بیٹھے "الحمدللہ" اس کی زبان سے نکل جاتا۔ شائد دل ہی دل میں اُسے اللہ میاں کی کوئی نعمت اور رحمت یاد آجاتی ہوگی۔

سدّو بڑا نقال ہے۔ ہماری امّی جان کہانی سناتے وقت آنکھوں اور ہاتھوں سے اشارہ کرتی جاتی ہیں۔ سدّو نے کہانی کہتے کہتے سر کو جھٹکا دیا۔ "ضرور اُسے اللہ کی نعمت یاد آتی ہوگی۔" یہ کہہ کر کہنے لگا۔

ایک بار ایک ہندوستانی سوداگر بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔ وہ تلواروں کا سوداگر تھا۔ پرانے زمانے میں ہندوستان کی تلواریں بہت مشہور تھیں۔

بادشاہ نے سوداگر سے ہندوستانی تلواریں دکھانے کو کہا۔ سوداگر ایک ایک تلوار دکھانے لگا۔ ہر تلوار کا جوہر بتانے لگا۔ حضور یہ ہے ریشم کاٹ سرکار یہ ہے خاراشگاف۔ کیا سمجھے یعنی پتھر کو کاٹ دے۔ یہ ہے آبدار اور یہ ہے چم چم۔ یہ ہے تابدار، یہ اٹوٹ اور یہ ہے کپکپی اور یہ ہے لپ لپ۔ لپ لپ اور کپکپی تلوار کا نام بادشاہ نے کبھی نہیں سنا تھا۔ اُس نے کہا کہ لپ لپ اور کپکپی کی کوئی خاص قسم دکھاؤ۔ سوداگر نے ایک ڈبّہ نکالا۔ ڈبّہ کھولا۔ اس میں تلوار اس طرح لپٹی ہوئی رکھی تھی جیسے فیتے یا نواڑ کو لپیٹ کر رکھتے ہیں۔ سوداگر نے اس تلوار کا قبضہ تھاما۔ قبضہ میں ایک بٹن لگا تھا۔ اس نے بٹن دبا دیا تو شرررر کی سی آواز آئی اور اب اس کے ہاتھ میں لپ لپ کرتی ہوئی ایک تلوار تھی۔

بادشاہ نے کہا کہ اسے پھر لپیٹو۔ سوداگر نے پھر بٹن دبا دیا۔ تلوار آپ

سے آپ نوارٹ کا سا گولا بن گئی ۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں قبضہ پکڑا۔ بٹن دبا دیا۔ تلوار کھل کر سیدھی ہو گئی ۔ دوسرے ہاتھ کی اُنگلی سے تلوار کا پانی دیکھنے لگا۔ اسی وقت بے خیالی میں قبضہ کا بٹن دبا دیا۔ تلوار بند ہونے لگی ۔ اس تیزی سے بند ہوئی کہ بادشاہ جس اُنگلی سے دھار دیکھ رہا تھا وہ اُنگلی کٹ کر دور جا گری ۔ اب دیکھیے ۔ بادشاہ کی زبان سے نکلا ۔ "اُف اللہ!" اور وزیر کی زبان سے "نکلا ــــ الحمد للہ!

سدّو نے یہاں تک کہانی کہی تو اب ہمیں مزہ آنے لگا۔ پھر بولا۔ اچھا بھائی وزیر کی زبان سے یہ سُنا تو بادشاہ کو غصہ آ گیا۔ ڈانٹ کر بولا۔ اس میں اللہ کا کیا احسان ہے۔ یہ شکر کی کیا بات ہے ۔ مُٹک بے مُٹک ہر وقت اَلحمدُ للہ اور اس طرح غصہ کر کے حکم دیا کہ وزیر کو شہر بدر کر دو اور اس کا سارا سامان چھین لو۔

لو بھئی، بے چارہ وزیر نکال دیا گیا ۔ اس کے گھر کا سامان چھین لیا گیا۔ وزیر اپنے بال بچوں کو لے کر شہر سے نکل گیا ۔ وزیر کے جانے کے بعد ایک دن بادشاہ شکار کو گیا۔ جنگل میں پہنچا۔ ایک ہرن کو دیکھا۔ اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ آگے پیچھے دونوں کوسوں دور نکل گئے ۔ ایک جھاڑی کے پاس ہرن نہ جانے کہاں جا چھپا۔ بادشاہ اُسے نہ پا سکا۔ تھک گیا تھا۔ ایک درخت کے نیچے پڑ کر سُو گیا۔

جنگل میں کچھ لوگ رہتے تھے ۔ انھوں نے بادشاہ کو سوتے دیکھا تو چادر ڈال کر پکڑ لیا، اپنے سردار کے پاس لے گئے ۔ وہ جنگلی قوم اپنی دیوی پر ایک انسان کو بھینٹ دینا چاہتی تھی ۔

اچانک سب کی نظر بادشاہ کی اُنگلی پر پڑی ۔ ارے یہ تو کٹی ہے. اسے

بھینٹ نہیں دینا چاہیے۔ صحیح سالم آدمی کو لاؤ۔ وہ لوگ پکار اُٹھے۔

لیجیے، بادشاہ کو چھوڑ دیا گیا۔ اب جو بادشاہ واپس ہوا تو اُسے خیال آیا کہ اس کٹی ہوئی اُنگلی کی وجہ سے بچ گیا۔ ورنہ آج جان گئی تھی۔ وزیر نے اس وقت جو الحمدُللہ کہا تھا تو بالکل ٹھیک کہا تھا۔

یہ سوچتا ہوا واپس آیا۔ وزیر کو تلاش کر کے بُلایا۔ اس سے کہا کہ تم نے سچ کہا تھا۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

سدّو یہاں تک کہہ چکا تو بولا کہانی ختم" اسی وقت امّی جان آگئیں اور آتے ہی بولیں۔ کہانی ابھی پوری نہیں ہوئی۔ ابھی ادھوری ہے۔

ہم سب سوچنے لگے کہ کہانی میں کیا کمی رہ گئی۔ پھر سدّو نے کہا۔ "امّی! کہانی میں جو کمی ہو وہ آپ پوری کر دیجیے۔

امّی جان نے کہا:

دیکھو بچّو! جب بادشاہ واپس آیا تو اس نے وزیر کو بلایا۔ عزّت سے بٹھایا۔ اور بولا کہ یہ بات تو میری سمجھ میں آگئی کہ میری اُنگلی کٹی ہونے سے میری جان بچ گئی۔ اَلحمدُللہ لیکن اتنے دنوں تم جو تکلیفوں میں رہے۔ تو اس میں اللہ کا کیا احسان ہے۔

وزیر بولا:

"حضور! اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت میں آپ کے ساتھ نہ تھا۔ ورنہ میں تو آپ کا ساتھ نہ چھوڑتا۔ پھر جنگل میں دونوں پکڑے جاتے۔ آپ تو اُنگلی کٹی ہونے سے چھوڑ دیے جاتے۔ میں پھنس جاتا۔ میرے ہاتھ پیر۔ آنکھ، کان، ناک

وغیرہ ۔سب صحیح سالم ہیں ۔ وہ لوگ مجھے ہی بھینٹ چڑھا دیتے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس سے پہلے ہی آپ نے مجھے نکال دیا۔

بادشاہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ دربار میں جتنے لوگ تھے۔سب الحمدللہ الحمدللہ کہنے لگے تو بچّو! پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو تہذیب سکھائی ہے۔ کیسی اچھی ہے۔ تم بھی ہر حال میں الحمدللہ کہا کرو۔ سمجھے!

"جی!" ہم سب کی زبان سے نکلا اور ہم دل ہی دل میں یہ کہنے لگے کہ امّی جان کیسی سمجھدار ہیں۔ کہانی میں جوڑ لگا کر کیسا مزیدار بنا دیتی ہیں۔

اس کے بعد ہم سب اپنی اپنی جگہ جا کر سو رہے